Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:9 (1982)

اجتـــهـــاد
حل مسائل کا اسلامی منہاج

سید عبدالشکور

اسلام کامل اور ابدی دین ہے۔ اپنے کمال اور ابدیت کے سبب یہ ہر دور میں پیش آنے والے مسائل کے حل کی صلاحیت رکھتا ہے۔ قانون کے جتنے شعبوں پر انسانی تصور آج تک پھیل سکا ہے ان میں سے کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی قانون یعنی شریعت نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو۔ یہ رہنمائی کس کس شکل میں کی گئی ہے اس کا اگر تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اسلامی قانون میں کیا چیز قطعی اور مستقل ہے اور اس کے ایسا ہونے کا فائدہ کیا ہے اور کونسی چیز ابد تک تغیر پذیر ہے اور وہ کس طریقے سے ہر دور میں ہماری بڑھتی ہوئی تمدنی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے۔

اس قانون میں جو چیز قطعی اور اٹل ہے۔ وہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ (۱) قطعی اور صریح احکام جو قرآن کریم یا مستند احادیث میں ملتے ہیں، مثلاً شراب، سود اور قمار کی حرمت، چوری، زنا، اور قذف کی سزائیں، اور موروثہ مال میں وارثوں کے حصے، (۲) اصولی احکام، جو قرآن کریم اور مستند احادیث میں بیان ہوئے ہیں، مثلاً یہ کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے یا یہ کہ لین دین کے جن طریقوں میں منافع کا تبادلہ آپس کی رضامندی سے نہ ہو وہ باطل ہیں یا یہ کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

(۳) حدود جو قرآن وسنت میں اس غرض کیلئے مقرر کی گئی ھیں کہ ھم اپنی آزادیٔ عمل کو ان کے اندر محدود رکھیں اور کسی حال میں ان سے تجاوز نہ کریں ۔ مثلاً تعداد ازدواج کے سلسلے میں بیک وقت چار عورتوں کی حد ، یا طلاق کیلئے تین کی حد ، یا وصیت کے لئے ایک تہائی کی حد ۔

اسلامی قانون کا یہ معین حصہ ھی دراصل وہ چیز ہے جو اسلامی تہذیب وتمدن کے حدود اربعہ اور اس کی مخصوص امتیازی شکل وصورت معین کرتا ہے کسی بھی تمدن کی کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی جو اپنے اندر ایک ناقابل تغیر وتبدل عنصر رکھے بغیر اپنی ھستی اور انفرادیت کو برقرار رکھ سکے ۔ اگر کسی تہذیب میں ایسا کوئی عنصر بھی نہ ہو ۔ اور سب ھی کچھ قابل ترمیم وتنسیخ ھو تو فی الحقیقت وہ سرے سے کوئی مستقل تہذیب ھی نہیں ہے وہ تو ایک پگھلا ھوا مادہ ہے جو ھر سانچے میں ڈھل سکتا ہے اور ھر وقت اپنی شکل بدل سکتا ہے ۔

اس پائیدار اور معین عنصر کے ساتھ ایک دوسرا عنصر ایسا ہے جو اسلامی قانون میں بے اندازہ وسعت پیدا کرتا ہے ، اور اس میں زمانے کے بدلتے ھوئے حالات میں پیش آنے والے نئے نئے مسائل کے حل میں مدد ملتی ہے ۔ یہ عنصر اجتہاد ہے ۔ اجتہاد کیا ہے ؟ کیا اس کا شرعی جواز ہے ۔ کیا ھر شخص مجتہد بن سکتا ہے ۔ مجتہد کیلئے کن اوصاف کا حامل ھونا ضروری ہے اور مستقبل میں اجتہاد کا کردار کیا ھو سکتا ہے ۔ اس مقالہ میں ان امور کا تذکرہ ھوگا ۔

اجتہاد

لغت میں اجتہاد کے معنی ھیں کسی مقصد کے حصول کیلئے امکانی

کوشش ، اور مقدور بھر طاقت صرف کرنا ، شریعت کی اصطلاح میں اجتہاد اس امکانی کوشش اور طاقت صرف کرنے کا نام ہے جو دلائل شرعیہ سے احکام کے استنباط کیلئے کی جائے (۱)۔

اجتہاد کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے۔ تعدیة الحکم من الاصل الی الفرع (۲) کسی حکم کو اس کی اصل سے فرع تک لے جانا ۔ لیکن ان دونوں تعریفوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ مجتہد ظاہر نصوص سے فروعی احکام ثابت کرنے کیلئے اصل نصوص سے اپنی اجتہادی قوت کے ذریعے فرع تک پہنچتا ہے ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعت کے مقررہ اصول ، خواہ وہ اصول منقولہ ہوں، جیسے قرآن وسنت ، یا عقلی ہوں ، جیسے اجماع ، قیاس ، مصالح مرسلہ ، استحسان وغیرہ سے ایسے مسائل کا شرعی حل تلاش کرنا ، جن کے بارے میں منصوص اور صریح حکم موجود نہ ہو اور نہ ان مسائل میں سے کسی کے بارے میں اجماع ہوا ہو (۳)۔

اجتہاد کے واجب ہونے کے دلائل

قرآن و حدیث ، تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال ائمہ میں کثرت سے ایسے قوی اور واضح دلائل موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد ضروری اور واجب ہے۔

کتاب اللہ : اس سلسلے میں کتاب اللہ کی یہ چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں ۔

یاایھا الذین امنوا اطیعوااللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئی فردوہ الی اللہ والرسول (۴)

"اے ایمان والو!تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی ۔ پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کے حوالہ کر لیا کرو۔

واذا جاءهم أمر من الامن اوالخوف اذاعوبه ولوردوه الى الرسول والى أولى الامرمنهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم (۵)

«اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اسکو مشہور کر دیتے ہیں ـ اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اسکو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اسکی تحقیق کر لیا کرتے ہیں ـ»

ان آیات کریمہ میں احکام شرعیہ میں غوروفکر کرنے ، نیز متنازعہ فیہ مسائل کے سلسلہ میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی تاکید کی گئی ہے ـ

حدیث شریف :

اذاحکم الحاکم فاجتهد ، ثم أصاب ، فلـه اجـران واذا حکم ثم اخطأ فله أجر (٦)

ترجمہ : جب کوئی حاکم اجتہاد کے ذریعے فیصلہ کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو اس کو ایک اجر ملے گا ـ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا والی مقرر کرکے روانہ فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا ـ « وہاں کس طرح فیصلہ کرو گے ـ انہوں نے عرض کی ، کتاب اللہ سے اس میں نہ ہو ، تو آپ کی سنت عادلہ سے ، اس میں بھی نہ ملے ، تو«اجتهد برأیی » یعنی اپنی صوابدید سے اجتہاد کرونگا ـ رسول اللہ صلعم نے ان کی توثیق فرمائی (۷)ـ

صحابہ کرام کا اجتہاد کے بارے میں طرز عمل :

۱۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ” اقول فی الکلالة برأیی فان یکن صواباً فمن اللہ ، وان یکن خطأ فمنی وعن الشیطان، واللہ ورسولہ منہ بریئان “

ترجمہ : کلالہ کے متعلق میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر درست فیصلہ ہو تو یہ اللہ تعالی کی راہ نمائی سے ہے۔ اور اگر غلط ہے تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالی اور اس کا رسول اس سے بری ہیں (۸)

۲۔ جب ایک عورت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دوران خطبہ اس بات پر ٹوکا کہ آپ کی طرف سے زیادہ مہر باندھنے کی ممانعت درست نہیں ہے ، تو حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ” عمر کو یہ معلوم نہیں کہ وہ حق تک پہنچ گیا ؟ لیکن اس نے اپنی کوشش میں کوئی کوتاہی اور کمی نہیں کی ہے۔“

۳۔ رسول اللہ صلعم کے ایک جلیل القدر صحابی کا یہ قول بھی اس سلسلہ میں قابل استدلال ہے ” فان جاءہ أمر لیس فی کتاب اللہ ولاقضیٰ بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولاقضیٰ بہ الصالحون فلیجتہد برأیہ “ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حکم کتاب اللہ ، سنت رسول اللہ میں نہ ہو اور نہ ہی صلحاء امت نے اس کو طے کیا ہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا چاہئیے (۹)

ائمہ کے اقوال :

حافظ ابن قیم نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا یہ قول نقل کیا ہے۔

۱۔ لایحل لاحد ان یقول بقولنا حتی یعلم من أین قلنا : ترجمہ-کسی

کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول کے مطابق فتوی دے تاوقتیکہ وہ یہ جان نہ لے کہ ہم نے یہ فتویٰ کس بنیاد پر دیا ہے (۱۰)۔

۲۔ حضرت امام مالک کے بارے میں منقول ہے کہ " عن معن بن عیسی قال سمعت مالکا یقول انما أنا بشراخطی واصیب انظروا فی رأیی کلما وافق الکتاب والسنة فخذوا به ، وما لم یوافق الکتاب والسنة فاترکوه " حضرت معن بن عیسی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام مالکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک انسان ہوں ، مجھ سے غلطی اور درستی دونوں کا امکان ہے۔ لہذا میری رائے کو پوری طرح پرکھ لیا کرو۔ اگر وہ کتاب وسنت کے مطابق ہو تو اس پر عمل کرو۔ اور جو کچھ کتاب اور سنت کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دو (۱۱)

یہی وجہ ہے کہ جب منصور اور ہارون الرشید نے چاہا کہ مؤطا کو حکومتی سطح پر نافذ کریں تو امام مالک نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ اهل اسلام کو ایک شخص کے علم پر جمع نہ کیا جائے اسلئے کہ اس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے (۱۲)۔

اسی طرح امام شافعی نے فرمایا ہے۔ "ماقلت وکان النبی صلی الله علیه وسلم قد قال بخلاف قولی ۔ فماصح عن النبی صلی الله علیه وسلم اولی ولا تقلدونی ، واذا صح خبر یخالف مذهبی فاتبعوه واعلمو انه مذهبی۔

ترجمہ میں نے جو کہا ہو تو اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قول کے خلاف فرمایا ہو تو نبی کریم ﷺ کے قول کی پیروی ضروری ہے ، اور میری تقلید نہ کرو۔ اگر صحیح حدیث میرے مسلک کے خلاف ہو تو اس حدیث کی متابعت کرو اور جان لو کہ میرا مسلک وهی حدیث ہے (۱۳)۔

امام احمد جو ائمہ اربعہ میں سے ہیں ان کی شہرت اس وجہ سے ہے کہ وہ بہت زیادہ سنت کے پابند اور رائے سے نفرت کرنے والے ہیں ۔ وہ

فرماتے ھیں "لا تقلدونی ولا مالکا ولا الشافعی ولا الثوری ، وخذ من حیث اخذوا "

ترجمہ ۔ نہ میری اتباع کرو نہ مالک کی ، نہ شافعی کی اور نہ سفیان ثوری کی بلکہ دین کو اس ماخذ سے حاصل کرو جس ماخذ سے انہوں نے حاصل کیا (۱۴)۔

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ جن میں اجتہاد کی صلاحیت موجود ھو ان کیلئے اجتہاد لازم ہے ۔ یہ دلائل اس بات کے ثبوت کیلئے بھی کافی ھیں کہ اجتہاد کا دروازہ کسی وقت بھی بند نہیں ھوا ہے اور ترقی پذیر زندگی کے ساتھ اجتہاد قدم قدم پر رواں دواں ہے تاکہ کوئی مسئلہ شریعت اسلامی کے حدود سے باھر نہ رھے ۔

اجتہاد کی قسمیں :

اجتہاد کے دلائل میں غور کرنے سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اجتہاد کی دو قسمیں ھیں ۔ شخصی اور جماعتی ۔ شخصی اجتہاد کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد کرنے والا شحص واحد ھو ۔ اب تک جن دلائل کو پیش کیا گیا ان سے اجتہاد شخصی کا ثبوت ملتا ہے ، لیکن ایسے دلائل بھی ھیں جن سے جماعتی اجتہاد کی طرف رھنمائی حاصل ھوتی ہے ۔ جیسے کہ سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے ۔ وہ روایت کرتے ھیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ھمیں ایسے امور پیش آتے ھیں جنکے بارے میں قرآن کریم میں کوئی حکم نہیں ملتا اور نہ اس کے متعلق سنت میں حکم ملتا ہے ۔ تو آپ نے فرمایا :" اجمعوا له العالمین اوقال العابدین من المؤمنین فاجعلوه شوری بینکم ولا تقضوا فیه برأی واحد " یعنی مسلمان علماء کو جمع کرکے باھمی مشورہ سے ان کیلئے احکام تلاش کر لو اور ایک ھی رائے سے ان کے متعلق فیصلہ نہ کرو ۔ (۱۵)

اسی طرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریح کو بصرہ کا قاضی بنا کر روانہ کرنا چاہا تو ان سے فرمایا ۔ انظر مایتبین لک فی کتاب اللہ فلا تسأل عنہ احدا ومالم یتبین لک فی کتاب اللہ فاتبع فیہ سنۃ رسول اللہ صلعم ، ومالم یتبین لک فی السنۃ فاجتہد فیہ برأیک واستشر اہل العلم والرضاء ۔ ترجمہ ۔ دیکھنا جو بات تمہیں کتاب اللہ میں ملے تو اس کے بارے میں کسی سے نہ پوچھنا ۔ اور جو بات کتاب اللہ میں بیان نہ کی گئی ہو تو اس کے بارے میں رسول اللہ صلعم کی سنت کی پیروی کرنا اور جو بات سنت رسول اللہ میں بھی بیان نہ ہوئی ہو تو اس میں اپنی رائے سے اجتہاد کرنا ، اور دیگر اہل علم وفضل سے مشورہ طلب کرنا (۱٦) ۔

مذکورہ بالا حدیث اور قول عمرسے اجتماعی اجتہادکاضروری ہوناثابت ہوتا ہے تو جس مسئلے کا حکم قرآن وسنت میں مذکور نہ ہو تو اس کے بارے میں امت کے اہل الرائے کو مشورہ کیلئے جمع کرنا ، اور ایک متفقہ رائے تک رسائی حاصل کرنا اجتہاد کے اقسام میں سے ایک قسم ہے اور اسلامی شریعت کا مأخذ ہے ۔ ظاہر ہے کہ جب ایک معاملہ میں شخصی اجتہاد اور جماعتی اجتہاد دونوں پائے جائیں تو جماعتی اجتہاد کو شخصی اجتہاد پر ترجیح حاصل ہوگی ۔

تدوین فقہ کی تاریخ شاہد ہے کہ ماضی میں شخصی اور جماعتی اجتہاد دونوں ساتھ ساتھ رہے ہیں ۔ جماعتی اجتہاد کیلئے فقہاء نے اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے اصحاب کی کمیٹیاں تشکیل دی ہوئی تھیں ۔ جیسے کہ تدوین فقہ کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا طریقہ کار رہا ہے ۔ آپ نے حل مسائل کیلئے جماعت کی طرح ڈالی اور اس طرح خلافت راشدہ ، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے شورائی تدبر کو زندہ کرنے کی

کوشش کی ۔ آپ فقہی مسائل کو ایک ہزار ارباب علم کے مجمع میں پیش کرتے تھے ۔ ان میں سے چالیس اصحاب الاجتہاد علماء تھے جو علم وادراک کے آسمان کے آفتاب ومہتاب تھے ۔ متفرق علوم وفنون کے ماہرین اس بزم میں شامل ہوتے تھے اور مسئلہ کا کوئی پہلو اوجھل نہیں رہتا تھا (۱۷)۔

مجتہد کو کن اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے ؟

اجتہاد کا دروازہ نہ کبھی بند رہا ، اور نہ بند ہوگا ۔ البتہ جب مسلمان انحطاط پذیر ہوئے مقنین فی العلم کی تعداد میں خاصی کمی واقع ہوئی اور دینداری اور دیانت داری ناپید ہونے لگی ۔ دین کے معاملے میں لاپرواہی اور بےباکی کا غلبہ ہوا تو علماء جو حکماء امت ہیں انہوں نے صورت حال کی نزاکت کا احساس کیا اور یہ دیکھا کہ اگر اجتہاد پر سختی سے پابندی نہ لگائی گئی تو ہر کس وناکس مجتہد بن بیٹھے گا ۔ اسلئے انہوں نے یہ فتویٰ صادر کیا کہ ہر وہ فتویٰ اور اجتہاد ناقابل قبول ہوگا جو ائمہ اربعہ کے اجتہاد سے متصادم ہو گا ۔ نیز صرف وہی اشخاص مسند فتوی ، قضا اور اجتہاد پر متمکن ہوں جن میں یہ اوصاف نمایاں طور پر موجود ہوں ۔

۱۔ وہ علوم قرآن ، ناسخ ومنسوخ ، حقیقت ومجاز ، عام وخاص ، مطلق ومقید ، مشترک ومؤل وغیرہ ، احکام قرآن اور تفسیر واصول تفسیر سے مکمل واقفیت رکھتا ہو (۱۸)

۲۔ وہ احکام حدیث اور اصول حدیث سے پوری طرح آگاہ ہو ، اس کیلئے ان احادیث کا عالم ہونا ضروری ہے جو احکام سے متعلق ہیں ۔ کتب احکام کی تمام احادیث سے واقفیت ہو اور ہر باب اور ہر حدیث کا محل ذکر جانتا ہو تاکہ ضرورت کے

وقت ان کی طرف رجوع کیا جاسکے [۱۹]۔

۳۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ، تابعین اور دیگر فقہاء عظام کے اجماعی اور اختلافی مسائل سے پوری طرح باخبر ہو [۲۰]۔

۴۔ قیاس اور فروعی دلائل ، استحسان ، مصالح مرسلہ ، استصلاح ، عرف وعادت ، تاویل وتعبیر ، استصحاب حال ، انصاف ، خیر مطلق ، استدلال وغیرہ کی حکمت اور انکے قواعد وضوابط سے آگاہ ہو [۲۱]۔

۵۔ صاحب فراست ، انصاف پسند ہو اور پاکیزہ اخلاق سے متصف ہو[۲۲]۔

٦۔ عربی زبان وادب اور عربوں کے محاورات پر کلی عبور رکھتا ہو[۲۲]۔

مجتہد کیلئے جن خصوصیات کا ضروری ہونا بیان ہوا ان کے بارے میں ائمہ دین اور فقہاء کی رائے یہ ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ " فتوے دینے کا اہل وہ شخص ہوتا ہے جو کتاب اللہ کا عالم ہو ، ناسخ ومنسوخ اور محکم ومتشابہ سے کلی واقفیت رکھتا ہو ، آیات کی تفسیر ، ان کی شان نزول اور مکی ومدنی آیات سے بھی واقف ہو ۔ اس کے ساتھ ساتھ احادیث احکام ، اور ان کے ناسخ ومنسوخ پر بھی کامل بصیرت رکھتا ہو [۲۳]۔

۲۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جو شخص خود کو فتویٰ نوسیی کیلئے تیار کرے اس کیلئےیہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ قرآن حکیم کے تمام طرق سے واقف ہو اور صحیح اسناد کے ساتھ سنت نبوی ﷺ کا علم رکھتا ہو [۲۴]

۳۔ عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ آدمی فتویٰ دینے کا اس وقت مجاز ہوتا ہے جب وہ منقولات سے واقف ہو اور صحیح قیاس کا ماہر ہو۔

یعنی ان علل واسباب کو جانتا ھو جن پر شرعی احکام کا دارومدار ہے(۲۵)

۴۔ حضرت امام شاطبی فرماتے ھیں ۔ مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقاصد کے فہم کی مہارت تامہ رکھتا ھو (۲۶)۔

۵۔ صدرالشریعت ،فخرالاسلام ؒ کی اتباع کرتے ھوئے لکھتے ھیں ۔ "مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کے علم ، اس کے لغوی اور اصطلاحی معنوں ، اس کے مختلف اقسام حدیث اور اس کے متون ، اسناد ، اور قیاسات شرعی کے استنباط کے قواعد سے پوری طرح واقف ھو"(۲۷)۔

اگر کوئی شخص اجتہاد کی وسعت ، اس کے امکانات ، اور اس کے مسلمانوں کیلئے لازم ھونے پر غور کرے تو وہ کبھی اس شبہہ میں نہیں پڑ سکتا کہ اسلامی قانون کا دامن کسی وقت بھی انسانی تمدن کے روزافزوں ضروریات اور متغیر حالات کیلئے تنگ ھو سکتا ہے ۔ البتہ یہ ماننا پڑیگا کہ اجتہاد کا مجاز ہر کس وناکس نہیں ھو سکتا ۔ بعینہ اس طرح ، جیسے کہ آپ ھر اس شخص کیلئے جو قانون سے ناواقف ھو یہ حق تسلیم نہیں کر سکتے کہ وہ موجودہ ملکی قانون کے کسی مسئلہ پر فیصلہ صادر کرے ۔ اس کیلئے قانونی تعلیم ، اور ذھنی تربیت کا ایک خاص معیار آپ کے نزدیک بھی ناگزیر ہے جس پر پورا اترے بغیر کوئی شخص ماھرانہ رائے زنی کا اھل نہیں مانا جا سکتا ۔ اسی طرح اسلامی قانون کے مسائل پر بھی رائے زنی کا حق صرف ان ھی لوگوں کو دیا جا سکتا ہے جن میں اس کی مکمل اھلیت پائی جاتی ھو ۔

کیا اس وقت اجتہاد کے اھل اصحاب کا وجود ہے ؟ :

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مکمل استعداد موجود نہیں ہے تو اجتماعی طور پر ضرور پائی جاتی ہے ۔ اس مشکل کا حل تدوین فقہ کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کا طریقۂ کار ہے ۔ انہوں نے چالیس ماھرین علم

و فن کی ایک کمیٹی بنا رکھی تھی ، جس کا ہر فرد اگر تمام علوم کا ماہر نہیں تھا ، تو علوم وفنون کے ایک شعبہ میں دست گاہ کامل رکھتا تھا ۔ اس مجلس میں کوئی یحییٰ بن زائدہ کی طرح حدیث وآثار کے حفظ ومعرفت میں صاحب کمال تھا کوئی امام ابویوسف کی طرح روایت و درایت اور فقہ سے پر دامن تھا ، کوئی امام محمد کی طرح زبان کا نکتہ دان تھا اور کوئی امام زفر کی طرح نکتہ رسی زودفہمی اور ملکۂ استنباط میں بلند پایہ تھا ۔ اسی طرح آج بھی اگر تمام علوم وفنون کے حامل اشخاص کی مجلس قائم کی جائے ، جدیدوقدیم ماہرین قانون کو اس میں شامل کیا جائے اور حفظ قرآن وحدیث کے وصف کیلئے قرآن کریم کی تفاسیر ، اور احادیث کی کتب متون اور ان کے شروح ، ائمہ اربعہ کا مدون کردہ فقہ ، اور اصول فقہ کی کتابوں وغیرہ سے مدد لی جائے اور پیش آمدہ مسائل کے لئے احکام وضع کئے جاتے رہیں تو اس طرح سے نت نئے مسائل کیلئے اسلامی فکری خطوط پر قوانین بنتے چلے جائینگے ۔ اور اسلامی فقہ عصری تقاضوں کو پورا کرتا رہے گا ۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی ، فلسفة التشریع فی الاسلام فصل ھفتم ۔علی حسب اللہ اصول التشریع الاسلامی ، الاصل الثالث ، سعد الدین تفتازانی التلویح ص ۲۱۷ ۔

۲۔ علامہ خالد محمود الضروری شرح قدوری ص ۳ ۔

۳۔ جمع الجوامع جلد ۳ ص ۲۶۲ ، مختصر ج ۲ ص ۲۸۱ ۔

۴۔ سورہ نساء ۵۹ ۔ ترجمہ مولینا تھانویؒ ۔

۵۔ سورہ نساء ۸۳ ۔

۶۔ بخاری شریف مع شرح عینی ج ۲۵ ص ۶۷ ، مسلم شریف ج ۵ ص ۱۳۱ ۔

۷۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳٦۴ ۔

۸۔ الاحکام للآمدی ج ۳ ص ۱۵۰ واحیاء العلوم للغزالی ج۱ ص ۳۹ ۔

۹۔ سنن نسائی ج ۲ ص ۲٦۰

۱۰۔ القول المفید ص ۱۵ ۔ ۲۸ ۔

۱۱۔ القول المفید ص ۱۵ ۔۲۸ ۔

۱۲۔ القول المفید ص ۱۵ ۔ ۲۸ ۔ انتقاء ، تزیین المسالک ، زواوی ۔

۱۳۔ القول المفید ، تزیین ، انتقاء ، زواوی ۔

۱۴۔ اعلام الموقعین ، حیات امام احمد بن حنبل ۔

۱۵۔ علی حسب اللہ ۔ اصول التشریع الاسلامی ۔ روایت عالمین من المؤمنین اور عابدین من المؤمنین دونوں ذکر ھیں ۔ ظاھر ہے کہ العالمین درست ہے کیونکہ جب پیش آمدہ مسائل کیلئے احکام تلاش کرنا ھوتا ہے تو یہ میدان علماء کا ہے نہ کہ عباد کا ۔

۱٦۔ اصول التشریع الاسلامی ۔

۱۷۔ جامع المسانید ۔ تدوین فقہ ، مولانا مناظر حسن گیلانی ۔

۱۸۔ تلویح ص ۳۸۲ ، اصول التشریع الاسلامی ٦۵۔۸۲ ، بیضاوی ج ۳ ص ۱۱۳۵ ۔

۱۹۔ اصول فقہ ص ۲۷۰ ۔

۲۰۔ حجۃ اللہ البالغہ ۔

۲۱۔ حجۃ اللہ تلویح ، مسلم الثبوت ، ۔

۲۲۔ فلسفۃ التشریع فی الاسلام ۔

۲۳۔ اصول فقہ از حبیب الرحمن ۔

۲۴۔ اصول فقہ للبزدوی ۔ اصول فقہ حبیب الرحمن

۲۵۔ فلسفہ التشریع فی الاسلام ۔

۲٦۔ تلویح ص ۲۸۳ ، بیضاوی ج ۳ ص ۱۱۳۵ ، اصول فقہ اسلام از سر عبدالرحیم ۔

*****